: "قانون توہینِ مذاہب" کی تنسیخ کا امریکی مطالبہ اور اِس پر ردِ عمل

["قانون توہینِ مذاہب" (دفعہ ۲۹۵) کی ذیلی دفعات "ب" اور "ج" کے بارے میں وطنِ عزیز کی مذہبی مسیحی قیادت اور لبرل - سیکولر مسلمان طبقے کچھ عرصے سے مہم چلا رہے ہیں۔ "پاکستان کرسچین کانگرس" نامی تنظیم نے ۲۰ جون کو لاہور ہائی کورٹ میں ایک رٹ پیٹیشن دائر کی کہ "قانون توہینِ مذاہب" سمیت دیگر اسلامی قوانین کا اطلاق مسیحیوں پر بند کیا جائے، کیوں کہ یہ قوانین اسلامی روایت کے مطابق درست نہیں۔ اس رٹ پیٹیشن کی ابتدائی سماعت لاہور ہائی کورٹ کے دو ججوں نے کی اور رٹ اس بنیاد پر خارج کر دی گئی کہ ہائی کورٹ قانون کی تشریح کر سکتی ہے، کوئی قانون نہیں بنا سکتی اور نہ کسی قانون کو ختم کر سکتی ہے۔

لاہور ہائی کورٹ سے رٹ کے خارج ہونے کے بعد "پاکستان کرسچین کانگرس" کے صدر ناظر بھٹی نے وفاقی شرعی عدالت کو ایک خط لکھا اور اس میں منجملہ دوسری باتوں کے دفعہ ۲۹۵ - ج کو غیر اسلامی قرار دیا۔ خط میں استدعا کی گئی تھی کہ عدالت اس پر از خود کارروائی کرے، نیز مسیحی اور مسلم اہلِ دانش سے رائے لی جائے۔ جناب بھٹی نے اپنی استدعا میں یہ مؤقف اختیار کیا کہ اس قانون کو اکثریتی مسلم آبادی مسیحیوں کے خلاف ذاتی رنجشوں اور مفادات کے حصول کے لیے استعمال کر رہی ہے، اور آئے دن اِس قانون کے تحت بننے والے مقدموں کی وجہ سے بیرونی دُنیا میں پاکستان کی بدنامی ہوتی ہے۔

وفاقی شرعی عدالت نے اِس خط کو باقاعدہ رٹ کی شکل دے دی اور ۹ جولائی کو اِس کی سماعت عدالت کے فل بنچ کے سپرد کر دی۔ وفاقی شرعی عدالت کی طرف سے ابھی سماعت جاری تھی کہ ۲۲ جولائی کو ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی رپورٹ سامنے آئی جس میں حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کیا گیا کہ "قانون توہینِ مذاہب" کی ذیلی دفعات "ب" اور "ج" منسوخ کی جائیں۔

امریکی مطالبے پر جو ردِ عمل سامنے آیا، توقع کے عین مطابق ہے۔ مسیحی حلقوں کے نزدیک "یہ حوصلہ افزا بات ہے کہ امریکی حکومت قانون توہینِ رسالت کی تنسیخ کے لیے پاکستان پر دباؤ ڈال رہی ہے، اور انصاف کی آواز سُنی جا رہی ہے،" مگر اکثریتی مسلم آبادی نے امریکی روّیے کو اپنے داخلی معاملات میں کھلی مداخلت سے تعبیر کیا ہے جو اخلاقاً اور قانوناً کسی طرح درست نہیں۔ ذیل میں اِس موضوع پر شائع شدہ متعدّد تحریروں میں سے دو پیش کی جاتی ہیں۔

پہلی تحریر کیتھولک جریدے "دی کرسچین وائس" کے ایک کالم کا ترجمہ ہے، اور دوسری تحریر روزنامہ "نوائے وقت" (راولپنڈی) کا اداریہ ہے۔ اول الذکر تحریر میں امریکی مشورے پر پاکستانی

رہنماؤں کے ردِ عمل کے ساتھ لبرل - سیکولر رویّے کی ترجمانی کی گئی ہے، اور ثانی الذکر تحریر عامتہ المسلمین کے جذبات کا اظہار ہے۔]

(۱)

قوانینِ توہینِ مذاہب، جن میں سے ایک کے مطابق حضرت محمد ﷺ کی توہین پر موت کی سزا ہے، کی تنسیخ کے لیے حکومتِ پاکستان کو امریکی حکومت کی طرف سے دیے گئے مشورے کو پاکستان کے مذہبی اور سیاسی رہنماؤں نے سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ صدر بِل کلنٹن کی نگرانی میں امریکہ کے اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے جو مشورہ دیا ہے، اِسے حکومتی نمائندوں، مذہبی رہنماؤں اور عالموں نے "پاکستان کے داخلی معاملات میں کھلی مداخلت" سے تعبیر کیا ہے۔

دینی - سیاسی جماعتوں نے حکومت کو خبردار کیا ہے کہ اگر اُس نے امریکی مشورے پر کان دھرا تو اِس کے نتائج انتہائی سنگین ہوں گے۔ اِسی طرح جب ۲۴ جولائی کو خبر سامنے آئی تو مسلم دینی رہنماؤں نے منفی ردِ عمل کا اظہار کیا۔

صدرِ مملکت فاروق احمد خان لغاری نے زور دے کر کہا کہ "ہم اپنے عقیدے اور نبی اکرم ﷺ کے لیے محبت کو مرکزی اہمیت کا حامل سمجھتے ہیں۔ ہم امریکہ کے مشورے پر قانون ختم نہ کریں گے۔" وزیر اعظم نواز شریف کے بقول تجویز پر غور کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔

دفترِ خارجہ نے یہ کہہ کر امریکی مشورہ مسترد کر دیا کہ قوانین توہینِ مذاہب قرآن اور اسلامی روایت کے عین مطابق ہیں، "ہم کسی سے کوئی ہدایت نہیں لیں گے۔"

دینی - سیاسی پارٹی "جماعت اسلامی پاکستان" کے امیر قاضی حسین احمد نے کہا کہ توہینِ مذاہب کا مسئلہ بہت نازک ہے، کوئی مسلمان کسی کو نبی اکرم ﷺ کی توہین کی اجازت نہیں دے سکتا۔ قاضی صاحب نے یاد دلایا کہ بے نظیر بھٹو کے دورِ حکومت میں ایسی ہی ایک امریکی کوشش پر عوام کا سخت ردِ عمل سامنے آیا تھا، حکومتِ پاکستان کو امریکہ سے باقاعدہ احتجاج کرنا چاہیے۔

[جب دینی و سیاسی رہنما امریکی مشورے پر سخت تنقید کر رہے تھے،] "انسانی حقوق" کے علمبردار جو قوانین توہینِ مذاہب کے خلاف باتیں کرتے رہتے تھے، امریکی مشورے کے حوالے سے بحث مباحثے کے لیے تیار نہ تھے۔ "پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق" کے مطابق ۱۹۹۶ء میں نبی اکرم ﷺ کی توہین کے الزام میں پولیس نے ایوب مسیح نامی ایک مسیحی کے خلاف مقدّمہ دائر کیا تھا۔

کیتھولک پادریوں کی رہنمائی میں کام کرنے والے "جسٹس اینڈ پیس کمیشن" کے مطابق اِس وقت پنجاب میں قانون توہینِ مذاہب کے تحت تین مسیحی مرد اور ایک مسیحی خاتون جیل میں ہے۔

دُنیا بھر میں اذیت زدہ مسیحیوں کے بارے میں امریکی کانگرس کے ایماء پر اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ

کی تیار کردہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ پاکستان میں "مسلمانوں کا مذہب تبدیل کرنا خلافِ قانون" ہے، اگرچہ غیر مسلموں کے مذہب تبدیل کرنے پر کوئی پابندی نہیں۔ رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اقلیّتوں کے خلاف متعدّد جرائم میں "پولیس ضروری احتیاط نہیں برتتی یا مجرموں کے خلاف تفتیش نہیں کرتی یا اُن کے خلاف مقدموں کی پیروی نہیں کرتی۔" اور "اِس سے متعدّد اقلیّتی گروہوں میں عدم تحفّظ کا احساس پیدا ہوا ہے۔"

قوانین توہینِ مذاہب میں دفعات ۲۹۵ - ب اور ۲۹۵ - ج کا ۱۹۸۶ء میں اُس وقت اضافہ کیا گیا تھا جب مرحوم جنرل ضیاء الحق برسرِ اقتدار تھے۔ دفعہ ۲۹۵ - ب کے مطابق قرآن کی بے حرمتی کرنے کی سزا عمر قید ہے اور ۲۹۵ - ج نبی اکرم ﷺ کی توہین کی صورت میں سزائے موت یا عمر قید تجویز کرتی ہے۔ فیڈرل شریعت کورٹ کی تعبیرات نے دفعہ ۲۹۵ - ج کے تحت توہینِ رسالت کی سزا موت قرار دی ہے۔

متعدّد احمدیوں، جنہیں پاکستان میں ۱۹۷۴ء کی ایک دستوری ترمیم کے تحت غیر مسلم قرار دیا گیا، اور مسیحیوں کے ساتھ ساتھ دوسرے غیر مسلموں کے خلاف اس دفعہ کے تحت مقدمات درج ہوئے ہیں۔ [بے نظیر] بھٹو حکومت نے مقدمہ رجسٹر کرنے کے سلسلے میں تبدیلیاں کی تھیں، اِن سے پہلے دفعہ ۲۹۵ - ج کے تحت مقدّمات میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا تھا جن میں مبیّنہ طور پر ذاتی انتقام یا مفادات شامل ہوتے تھے۔

متعدّد مسیحی ملزموں کو پنجاب میں سزائے موت سنائی گئی، لیکن لاہور ہائی کورٹ نے تمام سزاؤں کو کالعدم قرار دے دیا، تاہم بعض ملزم مقدمے کی سماعت کے دوران میں قتل کر دیے گئے۔ (ہفت روزہ "دی کرسچین وائس" - کراچی، ۳۱ اگست ۱۹۹۷ء)

(۲)

سرکاری خبر رساں ایجنسی کی رپورٹ کے مطابق امریکہ نے پاکستان پر زور دیا ہے کہ توہین رسالت ﷺ کا قانون ختم کر دیا جائے۔ امریکی وزارت خارجہ کی ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ "پاکستان میں غیر مسلموں کو اپنا مذہب تبدیل کرنے کی اجازت ہے، لیکن مسلمانوں کو دوسرا مذہب اختیار کرنے کا حق نہیں جو امتیازی قانون ہے۔" پاکستان ایک نظریاتی اسلامی ریاست ہے جہاں کی غالب اکثریت نے اپنے آزادانہ ووٹ سے نہ صرف ملک قائم کیا، بلکہ اپنے عقیدے اور نظریہ حیات کے مطابق دستور بنایا۔ ایک قوم کی حیثیت سے مسلمان اپنے عقیدے بالخصوص مقام نبوت کے بارے میں انتہائی حسّاس ہیں اور امریکہ و یورپ کا مادر پدر آزاد معاشرہ یہ سوچ ہی نہیں سکتا کہ کوئی قوم الہامی ہدایات کی روشنی میں اپنا مذہب تبدیل نہ کرنے کی پابندی رضاکارانہ طور پر قبول کر سکتی ہے۔ جس طرح

امریکہ و مغرب کے معاشروں میں کسی شخص کو فساد پھیلانے اور معاشرے کے لیے خطرہ بننے کی اجازت نہیں اور اسے دہشت گرد قرار دے کر سزائے موت دی جاتی ہے، اسی طرح مسلم معاشرے میں بھی کسی شخص کو یہ اجازت نہیں کہ وہ دین حق کو قبول کرنے کے بعد جب جی میں آئے، اسے چھوڑ کر کوئی دوسرا عقیدہ قبول کر لے یا اپنی للادینیت کا اعلان کر دے۔ فساد فی الارض کی طرح اسلام کو سبوتاژ کرنے اور خدائی حکم کے خلاف اعلانِ بغاوت کرنے کی اجازت کم از کم مسلمان کسی کو دینے کے لیے تیار نہیں۔ امریکیوں کے لیے امن و امان کا قیام، جبکہ ہمارے لیے ایمان کا تحفظ اہم ترین مسئلہ ہے۔ یہ اور بات ہے کہ پاکستان میں عیسائی اور قادیانی شدّومد سے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اگر امریکی رپورٹ کے مطابق واقعی مسلمانوں کو ارتداد سے روکنے کا قانون مؤثر ہے تو پھر عیسائیوں اور قادیانیوں کی تعداد میں اضافہ چہ معنی دارد؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس قانون کے باوجود حکومتِ پاکستان رواداری سے کام لیتی ہے۔

جہاں تک عیسائی یا کسی بھی اقلیّت کا تعلق ہے تو آج تک عوامی سطح پر یا قانون کی نظر میں ان سے کبھی بھی امتیازی سلوک نہیں کیا گیا۔ ہمارے مسیحی بھائی ملک کے اہم عہدوں پر فائز رہے ہیں، اب بھی فائز ہیں، حتیٰ کہ پاکستان کے چیف جسٹس کے عہدے پر بھی ایک عیسائی ماہر قانون فائز رہ چکے ہیں۔ عیسائیوں کے تعلیمی اور مشنری ادارے ملک کے طول و عرض میں کام کر رہے ہیں جن کی امداد امریکہ اور یورپ کے ممالک کے علاوہ چرچ بھی کرتے ہیں۔ پاکستان کی قانون ساز اسمبلیوں میں انہیں نمائندگی حاصل ہے اور کئی اقلیّتی ارکان وزارت و مشاورت کے مناصب پر بھی فائز رہ چکے ہیں۔ بھارت اور مقبوضہ کشمیر میں ہندو انتہا پسند مسلمانوں کے ساتھ جو بدترین سلوک روا رکھے ہوئے ہیں اور بھارت کی سیکولر حکومتیں بھی ان کی پشت پناہی کرتی ہیں، اس کا کوئی منفی ردِ عمل کبھی بھی پاکستان میں دیکھنے میں نہیں آیا۔ یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ پاکستان میں اقلیّتوں کو جو حقوق حاصل ہیں، وہ بھارت اور جمہوریت و سیکولرازم کے علمبردار کسی دوسرے ملک میں بھی شاید حاصل نہ ہوں۔ البتہ انسانی حقوق کے نام پر امریکہ اور یورپ کی حکومتیں، دانشور تنظیمیں اور پاکستان میں ان کے ایجنٹ جس قسم کی سرگرمیوں میں مصروف ہیں اس سے عوامی سطح پر ردِ عمل پیدا ہونا فطری بات ہے اور خود اقلیّتی رہنما اپنے بیانات میں اس خدشے کا اظہار کر چکے ہیں کہ پاکستان میں انسانی حقوق کی بعض تنظیمیں اقلیّتوں اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی شعوری یا غیر شعوری کوششیں کر رہی ہیں۔

جہاں تک قادیانیوں کا تعلق ہے اُنھوں نے خود ہی اسلام اور مسلمانوں سے اپنا ناتا توڑ کر اُمت کے خلاف اعلانِ بغاوت کیا۔ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان نے اسلامیان برصغیر کے علاوہ اپنے محسن قائداعظم کی نمازِ جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا اور برملا یہ کہا کہ "آپ مجھے مسلم ریاست کا غیر مسلم وزیر خارجہ یا غیر مسلم ملک کا مسلمان وزیر خارجہ سمجھ لیں۔" اسلامی ریاست اور اس کے مسلم عوام

نے ایک طویل عرصہ تک اُنہیں یہ موقع دیا کہ وہ ایک بار پھر اُمت کے اجتماعی دھارے میں شامل ہو جائیں، مگر اُنہوں نے مسلمانوں کو کافر اور بے دین قرار دینے کا سلسلہ جاری رکھا جس کے بعد ملک کی پارلیمنٹ نے ایک روشن خیال لبرل وزیراعظم زیڈ - اے - بھٹو کے دور میں جمہوری اور آئینی تقاضوں کے مطابق قادیانیوں کے دونوں گروپوں کا تفصیل سے مؤقف سننے کے بعد اُنہیں اقلیت قرار دیا۔ کسی بھی پاکستانی شہری نے قادیانیوں کے بطور اقلیت حقوق کا انکار نہیں کیا، مگر یہ اقلیتی گروہ آج تک اپنے آپ کو اقلیت تسلیم کرنے اور ملک کے عوام اور پارلیمنٹ کے اجتماعی فیصلے کو قبول کرنے کے لیے تیار ہی نہیں، بلکہ اس فیصلے کو ختم کرانے کے لیے ریشہ دوانیوں میں مصروف ہے اور امریکہ و یورپ میں انسانی حقوق کے حوالے سے پاکستان اور مسلمانوں کے خلاف فضا پیدا کر رہا ہے۔ توہینِ رسالت کا قانون ہو یا اقلیتوں کے حوالے سے دوسرے قوانین ان کا مقصد اقلیتوں اور مسلمانوں کے مابین غلط فہمیاں پیدا کرنا یا اقلیتوں کو دوسرے درجے کا شہری بنانا نہیں، بلکہ بعض جنونی افراد کی انتہا پسند سرگرمیوں کی روک تھام اور ان کے خلاف مسلمانوں کے غم و غصے کو بے قابو ہو کر ہنگامہ و فساد کی شکل اختیار کرنے سے روکنا ہے تاکہ ایسے ملزمان جو کسی بھی وجہ سے اکثریت کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کا موجب بنیں اُنہیں قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے نہ صرف اپنے کیے کی سزا ملے، بلکہ اُنہیں اپنے دفاع کا حق بھی ملے۔ مذہب اور عقیدے کی اہمیت و افادیت سے لاعلم امریکی شاید نہیں جانتے کہ توہینِ رسالت کا قانون منظور ہونے کے بعد اقلیتوں کو تحفظ کا احساس ہوا ہے اور چند شر پسند عناصر کے سوا جو معاشرے میں کسی نہ کسی طور ہنگامہ و تخریب کی فضا برقرار رکھنا چاہتے ہیں، اقلیتی قیادت نے سکون کا سانس لیا ہے۔

توہینِ رسالت ﷺ کے قانون کی بنا پر گوجرانوالہ کے دو مسیحی باشندے زندہ سلامت جرمنی پہنچائے گئے جن پر توہینِ رسالت کا الزام تھا۔ شانتی نگر کا واقعہ چند افراد کی عاقبت نااندیشی کا شاخسانہ تھا جس پر نہ صرف حکومت بلکہ ملک کے عوام نے بھی ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ بھارت میں ایسا کوئی قانون نہ ہونے کی وجہ سے ہر سال درجنوں افراد ہندو - مسلم فسادات کی نذر ہو جاتے ہیں۔ امریکیوں کو اس امر کا احساس ہونا چاہیے کہ یہ ایک نازک معاملہ ہے اور اسے چھیڑ کر وہ مسلمانوں کی غیرت و حمیت اور جذبہ ایمانی کا امتحان نہ لیں۔ امریکیوں کو سمجھنا چاہیے کہ مسلمان ناموسِ رسالت پر ہر چیز حتیٰ کہ اپنی جان قربان کرنا بھی سعادت سمجھتے ہیں اور پاکستان میں اپنی اقدار و روایات اور عقیدہ و نظریہ سے بیگانہ چند مفاد پرست عناصر اس مسئلہ کو اچھالتے ہیں۔ وہ نہ صرف ملک میں اقلیتوں کے لیے مسائل پیدا کر رہے ہیں بلکہ امریکہ کی سرپرستی کا تاثر دے کر پاکستان کے عوام کو امریکہ سے متنفر کر رہے ہیں، جس کا خمیازہ جلد یا بدیر امریکہ کو بھگتنا پڑے گا۔ امریکہ کو ایران سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور ایسے مطالبات نہیں کرنے چاہییں جن کی وجہ سے پاکستان میں امریکی مفادات کو زک پہنچے۔ پاکستان میں انسانی حقوق

کے علمبردار امریکی تنخواہ دار گماشتوں کو بھی ذہن نشین رہنا چاہیے کہ یہاں سے مسلم عوام مولانا ظفر علی خان کے اس شعر کو ہمیشہ اپنے عقیدے کا حصّہ سمجھتے ہیں۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں ہو سکتا

لہذا امریکی وزارتِ خارجہ کی اس رپورٹ پر حکومت پاکستان کو فوری طور پر شدید احتجاج کرنا چاہیے اور امریکیوں پر واضح کر دینا چاہیے کہ وہ اپنے اداروں کو ایسی رپورٹیں تیار کرنے سے باز رکھیں جو مسلمانوں کی دل آزاری کا باعث بنتی ہیں اور مسلم ممالک میں اقلیتّوں کے مفاد کے بھی منافی ہیں۔
(روزنامہ "نوائے وقت"، ۲۵ جولائی ۱۹۹۷ء)

متفرّق

نیدرلینڈز: کوپن ہیگن کے ۹۸ فیصد گھرانوں نے "عہد نامہ جدید" کا ایک ایک نسخہ حاصل کیا۔

گزشتہ سال کے آخر میں "ڈینش بائبل سوسائٹی" نے کوپن ہیگن میں "عہد نامہ جدید" کے پانچ لاکھ نسخے تقسیم کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ سوسائٹی کی توقع سے بڑھ کر یہ مہم کامیاب رہی ہے۔ ۹۸ فیصد گھرانوں نے "عہد نامہ جدید" کا ایک ایک نسخہ حاصل کیا۔ (کرسچینٹی ٹوڈے - ۶ جنوری ۱۹۹۷ء) یہ اس بات کا اظہار ہے کہ نہ صرف تیسری دُنیا میں مذہب کے ساتھ لگاؤ موجود ہے، بلکہ مغرب کی لبرل سوسائٹی میں بھی مذہب سے دلچسپی میں اضافہ ہو رہا ہے۔